تار کا پتہ
"انجمن" علی گڈھ

رجسٹرڈ نمبر ال ۱۲۲
ٹیلیفون نمبر ۲۹

انجمن ترقی اردو ہند کا پندرہ روزہ اخبار

ہماری زبان

فی پرچہ دو آنے — سالانہ چندہ دو روپے

ایڈیٹر آل احمد سرور

نمبر ۱۸ | ۱۵ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ع | علی گڈھ

انجمن کی خبریں

حیدرآباد

۱۰ اگست کی شام کو ڈاکٹر جعفر حسن نے اردو ہال میں "گوئٹے کی عظمت و شخصیت" پر ایک مقالہ پڑھا۔

ڈاکٹر یوسف حسین خاں نے اپنے حالیہ سفر آسٹریلیا کے تاثرات بیان کئے۔

اردو کالج کا قیام

اخبار ریاست حیدرآباد بحوالہ دکن نیوز رقمطراز ہے کہ انجمن ترقی اردو حیدرآباد کے زیر اہتمام اردو کالج کے قیام کی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں۔ ۵۷-۱۹۵۶ء کے سال تعلیمی کے لئے فی الحال انٹرنس ڈپ۔او۔ایل کی تعلیم کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ ڈپ۔او۔ایل کی جماعتیں یکم اکتوبر سے شروع ہو جائیں گی جس میں ان تمام طلباء کو داخلہ دیا جائے گا۔ جو ایچ۔ایس۔سی یا اس کے مماثل کوئی ایسا امتحان کامیاب ہوں جس کو جامعہ عثمانیہ نے تسلیم کر لیا ہے۔

داخلہ کے مطبوعہ فارم ۱۰ ستمبر سے بوقت ۷ تا ۸ ساعت شام دفتر اردو کالج اردو ہال حمایت نگر سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ انٹرنس کی تعلیم کا انتظام بھی اسی سال ہوگا لیکن میقات کے آغاز کی تاریخ کا اعلان متعاقب کیا جائے گا تاہم وہ طلباء جو انٹرنس میں داخلہ لینا چاہتے ہوں، شرکت کی درخواست ابھی سے داخل کر سکتے ہیں۔ انٹرنس میں شرکت کے لئے کسی معیار قابلیت کی قید نہیں۔ انٹرنس کا امتحان بھی جامعہ عثمانیہ کے زیر اہتمام منعقد ہوگا۔ جو طلباء اس امتحان میں کامیاب ہوں گے انہیں ڈپ۔او۔ایل میں داخلہ دیا جائے گا۔

یاد ہوگا کہ حال ہی میں محکمہ تعلیم حکومت حیدرآباد نے ملازمت کے سلسلے میں ڈپ۔او۔ایل۔ بی۔او۔ایل کو علی الترتیب انٹر اور بی۔اے کے مماثل تسلیم کر لیا ہے۔

ایسے حضرات جو میٹرک کامیاب نہیں ہیں انٹرنس کا امتحان پاس کر لینے کے بعد صرف اردو کے ذریعہ آسانی کے ساتھ بی۔اے کے مماثل ڈگری حاصل کر سکتے ہیں۔ کالج کے اوقات تعلیم ۷ تا ۹ ساعت شام ہیں۔ اس سہولت سے وہ تمام حضرات فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو ملازم ہیں یا اپنی دوسری مصروفیتوں کی وجہ سے دن میں تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔

راجستھان

انجمن ترقی اردو کی ریاستی شاخ راجستھان نے تنظیمی کام کی طرف اپنی سرگرمی شروع کر دی ہے اور نئی شاخیں بنائی جا رہی ہیں۔

پنجاب

پنجاب میں متعدد اردو دوست حضرات انجمن کی ممبر سازی کے کام میں لگ گئے ہیں۔ امید ہے کہ وہاں عنقریب بہت سی شاخیں قائم ہو جائیں گی اور پھر حسب قاعدہ ان شاخوں کے باہمی مشورے سے ریاستی شاخ بن جائے گی۔

یوپی

انجمن ترقی اردو کے ایک وفد نے جو سکریٹری حیات اللہ انصاری جوائنٹ سکریٹری بیگم سلطانہ حیات اور ممبر مجلس عاملہ راحت علی خاں (زمان پارہ) پر مشتمل تھا۔ وزیر تعلیم کے

سامنے یہ تجویز پیش کی کہ کوششوں سے کام نہیں نکل سکتا ہے، کیونکہ سرکاری افسروں کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہوگیا ہے کہ حکومت زبان سے چاہے جو بھی کہے دل سے وہ یہی چاہتی ہے کہ اردو کی تعلیم نہ ہو۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ایڈمنسٹریٹروں کی اور ڈپٹی انسپکٹروں کی ایک کانفرنس بلاکر اس کو سمجھایا جائے کہ حکومت کا وہی منشا ہے جو اس کے سرکلروں میں بیان کیا گیا ہے

وفد نے مثال میں بنارس کا ذکر کیا جہاں ابھی تک ایڈمنسٹریٹر صاحب عدالت کے سامنے اردو والوں کے اس مطالبہ کی کہ ان کے بچوں کو مادری زبان اردو میں تعلیم دی جائے مخالفت کر رہے ہیں۔ اس کی طرف پارسال حکومت کو توجہ دلائی گئی تھی لیکن وہ تعلیمی سال گزر گیا اور یہ بھی گزرا جارہا ہے ابھی تک وہاں ایک اسکول میں بھی اردو رائج نہیں ہو سکی ہے۔

دوسری مثال کشمیری محلہ گرلس اسکول لکھنؤ کی پیش کی گئی ہے جہاں اردو پڑھنے والی لڑکیوں کی تعداد مقررہ تعداد سے دگنی ہے اس کے باوجود انجمن کے عہدیدار ایک مہینے سے دوڑ رہے ہیں، لیکن ابھی تک کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ نان پارہ کی مثال پیش کی گئی کہ وہاں چیرمین صاحب اردو میں تعلیم دینے سے انکار کرتے ہیں اور اس کے بارے میں جو سرکلر ہے اس کے عجیب عجیب معنی پہناتے ہیں۔ امروہہ کی مثال پیش کی گئی جہاں دسویں اور گیارہویں کے اردو کے طالب علموں سے اک دم سے کہا گیا کہ یہاں اردو ختم کی جارہی ہے۔ حالانکہ وہاں مدرس موجود ہیں۔ اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی گئیں۔

وزیر تعلیم نے انجمن کی یہ تجویز مان لی اور احکام بھی جاری کردیئے۔ توقع ہے کہ یہ کانفرنس ستمبر کے دوسرے ہفتے میں منعقد ہوگی۔ اس کانفرنس میں پیش کرنے کے لئے انجمن کچھ تجویزیں بھی مرتب کر رہی ہے۔

دلچسپ باتیں

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے؟

یو پی کے وزیر تعلیم ٹھاکر سنگھ صاحب نے یو پی اسمبلی میں انجمن ترقی اردو کے بارے میں اپنی ناواقفیت کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ انھیں معلوم نہیں کہ انجمن ترقی اردو ہند کا دفتر کہاں ہے اور اس کے عہدہ دار کون ہیں۔ شاید انجمن کا دفتر یہیں لکھنؤ میں کہیں ہے یہ کوئی ادبی انجمن تو ہے نہیں جو لکھنے پڑھنے کا کام کرتی ہو؟ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

پارلیمنٹ میں اُردو

پنڈت ٹھاکر داس بھارگو (کانگریس پنجاب) نے وزیر صحت راجکماری امرت کور سے شکایت کی کہ باوجود حکومت کے یقین دلانے کے وہ ان کے اعتراضات کا تشفی بخش جواب نہ دے سکیں۔ ساتھ ہی یہ مقولہ بھی جڑ دیا کہ:۔

"عورت حاکم غضب خدا"

اس پر راجکماری امرت کور نے احتجاج کیا۔ پنڈت ٹھاکر داس نے مقولے کی تشریح میں کہا کہ یہ اردو کا مشہور مقولہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب عورت حاکم ہوجاتی ہے تو مرد کے مقابلے میں زیادہ سخت گیر ہوتی ہے، اس پر اسپیکر نے رولنگ دی کہ عورتوں کی خصوصیات کے متعلق ایوان میں کسی مقولے کا تذکرہ نہ آنا چاہئے۔ خواہ وہ مقولہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔

غزل

رودادِ سلسلۂ شام و سحر دیکھ چکے
سیکڑوں رخ سے تری راہگذر دیکھ چکے

قطرہ قطرہ تری الفت کا پتہ دیتا ہے
خونِ دل دیکھ چکے خونِ جگر دیکھ چکے

کوئی بھی منزلِ اوہام سے آگے نہ بڑھا
حضرتِ خضر کی بھی فکر و نظر دیکھ چکے

کوئی اپنا نہ ملا تیری خدائی میں کہیں
اور تو اور ہیں تیری بھی نظر دیکھ چکے

ساقؔی اب تلخ نوائی سے بھلا کیا ہوگا
نالہ ہائے شبِ ہجراں کا اثر دیکھ چکے

ساقؔی مہدی

ہماری زبان

۱۵ ستمبر ۱۹۵۶ء

لسانی اقلیتوں کے تحفظات اور اردو

جب لسانی اقلیتوں کا مسئلہ پارلیمنٹ میں پیش ہونے والا تھا، تو انجمن ترقی اردو ہند کی طرف سے ایک نوٹ تمام ممبران کے پاس بھیجا گیا تھا۔ نیز اردو کے نقطۂ نظر سے ان تحفظات کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے انجمن کے سکریٹری نے چند ممتاز اراکین کے ساتھ وزیراعظم اور پارلیمنٹ کے اہم ممبروں سے گفتگو کی۔ اب جبکہ پارلیمنٹ نے اپنا فیصلہ دے دیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اس فیصلے پر اپنے نقطۂ نظر سے بحث کریں اور دیکھیں کہ ہمیں کتنی کامیابی ہوئی اور کیا کام ابھی باقی ہے۔

سلیکٹ کمیٹی میں جب یہ مسئلہ زیر بحث آیا تو اس وقت حکومت اس سے زیادہ کچھ نہیں کرنا چاہتی تھی جو ریاستی کمیشن نے تجویز کیا تھا۔ انجمن نے اس بات پر زور دیا تھا کہ کانگریس کمیٹی کے اجلاس بمبئی کی قرارداد کی روشنی میں تحفظات کئے جائیں۔ اس قرارداد میں ابتدائی تعلیم، ثانوی تعلیم، پبلک سروس کمیشن کے امتحانات، دفتری اور عدالتی کارروائی کے لئے سفارشات کی گئی ہیں۔ اب پنت جی نے جو نوٹ پارلیمنٹ میں پیش کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) ریاستی کمیشن کی بیشتر سفارشات حکومت نے منظور کرلی ہیں۔

(۲) ایک ریاست اس وقت یک زبانی قرار دی جائے گی جب اس کے ستر فیصدی یا اس سے زیادہ باشندے ایک زبان بولتے ہوں گے۔ اگر تیس فی صدی یا اس سے زیادہ باشندے کوئی دوسری زبان بولتے ہوں گے تو وہ ریاست انتظامی معاملات کے لئے دو زبانی قرار دی جائے گی۔

(۳) یہی طریقۂ کار ضلعوں میں بھی برتا جائے گا اور مرکزی حکومت اس سلسلے میں صوبوں کو مناسب ہدایات دے گی۔

(۴) ضلعوں میں یا میونسپلٹیوں یا تحصیلوں میں اگر ۱۵ سے ۲۰ فی صدی تک آبادی کوئی دوسری زبان بولتی ہوگی تو ریاستی حکومتوں کو ہدایت کی جائے گی کہ حکومت کے اہم اعلان اور قواعد اقلیت کی زبان میں بھی شائع کریں۔

(۵) ابتدائی تعلیم کے سلسلے میں دستور میں ایک نئی دفعہ ۳۵۰ الف بڑھائی گئی ہے جس کی رو سے ہر ریاست بچوں کو ان کی مادری زبان میں ابتدائی تعلیم دینے کی سعی کرے گی۔ اس سلسلے میں ۱۹۴۹ء کی ریاستی وزرائے تعلیم کی کانفرنس کی قرارداد بنیاد ہوگی۔ اس تجویز کا مقصد یہ ہے کہ جہاں جہاں اس قرارداد کے مطابق انتظام نہیں ہوا ہے وہ کیا جائے۔

(۶) ثانوی تعلیم کے سلسلے میں مرکزی حکومت ریاستی کمیشن کی سفارشات کی روشنی میں واضح پالیسی مرتب کرے گی اور ریاستوں سے مشورہ کرکے ان پر عمل ہونے کے لئے طریقۂ کار بنائے گی۔

(۷) تحفظات کے نفاذ کے لئے ریاستی کمیشن نے گورنر سے کام لینے کی سفارش کی تھی مگر پارلیمنٹ میں اسے ناکافی سمجھا گیا اس لئے ایک اقلیتوں کا کمشنر مقرر کیا جائے گا جس طرح پست ماندہ اقوام کا کمشنر ہوگا۔ اس کا تقرر صدر کرے گا۔ کمشنر اپنی رپورٹ صدر کو پیش کرے گا اور یہ رپورٹ پارلیمنٹ کے سامنے رکھی جائے گی۔

(۸) ان اسکولوں اور کالجوں کو جو ریاست سے باہر کے اداروں سے الحاق چاہتے ہیں۔ اس کی اجازت دینے کی ہدایت کی جائے گی نیز ریاستیں ان کو ہر قسم کی امداد دیں گی خواہ ان کا الحاق ریاست کے اندر کی یونیورسٹیوں سے ہو یا باہر کی۔

(۹) کمیشن نے سفارش کی تھی کہ پبلک سروس کمیشن کے امتحانوں میں ان اقلیتوں کو بھی ذریعہ امتحان بنایا جائے جن کی تعداد پندرہ سے ۲۰ فیصدی تک ہے۔ مرکزی حکومت ریاستی حکومتوں کو ہدایت کرے گی کہ جہاں تک ممکن ہو ان سفارشات پر عمل کیا جائے۔

(۱۰) نوٹ کے آخر میں اس بات پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے کہ صرف تحفظات سے کام نہیں چل سکتا بلکہ اکثریت کا اقلیت کے ساتھ انصاف اور رواداری اور اقلیت کا ریاست کے مشترک مفاد میں خلوص کے ساتھ تعاون ضروری ہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ پارلیمنٹ نے ہمیں کیا کیا دیا ہے جو اب تک حاصل نہ تھا اور اس فیصلے پر اردو کے مفاد کے

لحاظ سے غور کن ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ لسانی اقلیتوں کا مسئلہ اب ایک قومی اور ملکی مسئلہ بن گیا ہے۔ پارلیمنٹ کو اس کا پورا احساس ہوگیا ہے اور مرکزی حکومت اس کی اہمیت کو تسلیم کرتی ہے اور ریاستی حکومتوں سے اس سلسلے میں انصاف کی طالب ہے۔ اردو والوں کو اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ اب ان کے ہر جائز مطالبے کی حمایت سب لسانی اقلیتیں کریں گی۔ پارلیمنٹ اس پر توجہ کرے گی اور مرکزی حکومت برابر ریاستی حکومتوں کو مناسب ہدایات دیتی رہے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم کے سلسلے میں دستور میں ایک نئی دفعہ کا اضافہ ہوگیا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس دفعہ کی رو سے ریاستی حکومتیں مادری زبان میں ابتدائی تعلیم کی صرف کوشش کریں گی۔ یہ ان کا فرض نہ ہوگا۔ مگر دستور میں ایک صاف اور واضح دفعہ کی پابندی نہ کرنا آسان نہیں ہے۔ تیسرے اگرچہ کسی صوبے میں ان سفارشات کی رو سے اردو سرکاری زبان نہیں ہوسکتی مگر دفعہ ۳۴۷ کے ماتحت صدر کا اختیار بدستور ہے اور اس کے لئے انجمن کی جدوجہد جاری رہے گی

چوتھے ضلعوں یا تحصیلوں یا میونسپلٹیوں میں جہاں اردو والے پندرہ یا بیس فی صدی سے کم نہیں ہیں حکومت کے کاموں کے لئے اردو کو بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

پانچویں ثانوی تعلیم کے سلسلے میں مزید سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔

چھٹے پبلک سروس کمیشن کے امتحانات میں اردو ذریعہ امتحان ہوسکتی ہے۔

ساتویں ان کالجوں یا اسکولوں کا جو اردو میں تعلیم دیتے ہیں، کسی اردو یونیورسٹی سے الحاق ہوسکتا ہے

آٹھویں ان سارے معاملات کی دیکھ بھال اور متعلقہ سفارشات کے لئے ایک لسانی اقلیتوں کا کمشنر ہوگا جو دورہ کرکے اپنی رپورٹ صدر کو پیش کرے گا اور پارلیمنٹ میں اس پر بحث ہوسکے گی۔ گویا پورے ملک کو متوجہ کیا جا سکے گا۔

ان تمام باتوں پر غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہم اپنی جدوجہد میں کامیابی کی منزل کی طرف ضرور بڑھے ہیں۔ ہم یہ نہیں سمجھتے کہ ہم نے معرکہ سر کرلیا ہے ابھی تو بہت سے مرحلے باقی ہیں۔ ہاں ہمیں یہ کہنے میں پس و پیش نہیں کہ اب ریاستی حکومتیں اردو کی طرف سے وہ بے اعتنائی نہیں برت سکتیں جو ان کا شیوہ تھی۔ مرکزی حکومت اور پارلیمنٹ کی توجہ کی وجہ سے وہ ان سفارشات پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہوسکتی ہیں۔ ہمارا مسئلہ اب صرف ہمارا نہیں رہا یہ ایک قومی و ملکی مسئلہ ہوگیا ہے۔ ہمیں ہر قدم پر بیداری کا ثبوت دینا ہے اور اپنے جائز مطالبات کو منوانا ہے۔ قوانین کی پابندی کرانا ہے۔ نیک خواہشات کا احترام کرانا ہے، خود بھی اردو کے لئے تعمیری کام کرنے ہیں۔ اسکول کھولنے ہیں۔ کتابیں مہیا کرانی ہیں اچھا ادب تیار کرنا ہے۔ ادیبوں اور شاعروں کی تخلیقی لگن سے اچھے معاشرے کی تعمیر کا کام لینا ہے۔ اردو کو بعض ریاستوں میں سرکاری زبان منوانے کی جدوجہد کو جاری رکھنا ہے، اس لئے نہیں کہ ہم نام پر جاتے ہیں بلکہ اس لئے کہ اس کے بغیر ہمارا کام ختم نہیں ہوتا۔ طلب کی راہ میں امید و بیم کے سیکڑوں مرحلے آتے ہیں۔ سعی میں نشہ ہوجاتا ہے۔ مایوسی میں حوصلے پست ہونے لگتے ہیں مگر منزل کی سچی لگن ہو تو بالآخر یہ مرحلے بھی آسان ہوجاتے ہیں۔

ہماری جدوجہد صرف حکومت کو توجہ دلانے میں محدود نہیں ہے۔ ہمیں عوام کو بھی ان کا فرض یاد دلانا ہے اور اردو کے مطالبے کو ایک عوامی مطالبہ بنانا ہے یہ دونوں کام ساتھ ساتھ بھی ہوسکتے ہیں حسن کی طرح عشق بھی ہزار شیوہ ہوتا ہے۔

انجمن اردو کی جدوجہد میں ان دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھنا چاہتی ہے جو لوگ انجمن کی مخالفت کرکے سستی اور وقتی مقبولیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو جواب دینے میں ہم اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے، ہم اردو کے نام پر فرقہ واریت کو فروغ دینے کو جرم سمجھتے ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے ساتھ ملک کا ایک سنجیدہ، نمائندہ اور باوقار طبقہ ہے۔ جنہیں اپنی منزل پر پہنچنے کی دھن ہو وہ راستے کے کانٹوں سے الجھنے میں وقت ضائع نہیں کرتے۔

جنرل سکریٹری

انجمن کے جنرل سکریٹری پروفیسر آل احمد سرور آج کل اپنی بیگم صاحبہ کی علالت کی وجہ سے لکھنؤ میں ہیں۔ موصوفہ اچانک شدید بیمار ہوگئیں۔ شکر ہے کہ اب روبصحت ہیں۔ اس سلسلے میں سرور صاحب کو تیمارداری اور سفر کی مصروفیتیں رہیں اس لئے ایسے تمام خط جو ان کے نام سے آئے تھے وہ بروقت نہ کھولے جاسکے۔ حضرات کاروباری خط لکھیں براہ کرم صرف جنرل سکریٹری انجمن کے پتے پر لکھیں تاکہ دفتر میں کھولے جاسکیں اور وقت پر تعمیل ہو۔ "ادارہ"

اردو دنیا

خوبصورت زبان

مسٹر داتار وزیر وزارت داخلہ ہند نے حیدرآباد میں لائبریری کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا :- میں جانتا ہوں کہ اردو یہاں زیادہ بولی جاتی ہے اور اس کے متعلق یہاں تشویش پائی جاتی ہے ، اگرچہ میں اردو زبان بہت کم جانتا ہوں لیکن میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ ہمیں اردو شاعری کی نزاکت اور حسن پسند ہے اس کی حفاظت ہونی چاہئے۔ اردو کو ان چودہ زبانوں میں شامل کیا گیا ہے جنھیں دستور ہند میں تسلیم کیا گیا ہے۔

ہمیں اس انتہائی خوبصورت زبان کو ترقی دینا چاہئے اور اس زبان کے ادیبوں اور شاعروں کا احترام کرنا چاہئے۔ اور اس کا وہ مقام تسلیم کرلینا چاہئے جس کی وہ مستحق ہے۔

پنڈت پنت اور اردو کی حفاظت

راجیہ سبھا میں وزیر داخلہ پنڈت گووند بلبھ پنت نے بہار کے بعض علاقوں کو مغربی بنگال میں ضم کرنے کے مسودہ قانون پر مباحثہ کا جواب دیتے ہوئے مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر بی۔سی۔ رائے کی طرف سے اس بات کا یقین دلایا کہ کشن گنج علاقے کے بنگال میں مل جانے کے بعد بھی اردو بولنے والوں کو ہر قسم کی سہولتیں دی جاتی رہیں گی۔

پارلیمانی ممبروں کی یادداشت

پارلیمنٹ اپوزیشن پارٹی کے چھ ممبروں نے وزیر اعظم نہرو کو ایک یادداشت میں بتایا ہے کہ اردو ایک ہمہ گیر زبان ہے۔ دہلی، یوپی اور بہار کے علاوہ اس زبان کے گھر ہیں ان ریاستوں کے کروڑوں انسان اردو بولتے اور استعمال کرتے ہیں۔ اسے یہاں کی علاقائی زبان تسلیم کرنا چاہئے۔

ان ممبروں کے نام یہ ہیں :-

مسٹر ڈی۔ یو۔ داس (آزاد)، سردار بہادر سنگھ (اکالی) ڈاکٹر اے۔ ایم۔ جے سوریہ (ڈیموکریٹک فرنٹ)، مسٹر محمد اسمٰعیل (مسلم لیگ مدراس)، مسٹر سعد اللہ رزمی اور مسٹر امجد علی (پرجا سوشلسٹ پارٹی)

گورنر کی اردو دوستی

گورنر مدھیہ پردیش پٹابھی سیتارامیہ نے آندھرا اردو کانفرنس کو حسب ذیل پیام بھیجا۔

ایک آندھرا کا باشندہ خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ مملکت نظام کی زبان اردو تھی۔ حیدرآباد میں ہندو اتنی فصیح اردو بولتے ہیں جو دوسری جگہوں کے مسلمانوں کے لئے قابل رشک ہے۔ اردو کانپور، لکھنؤ، الہ آباد، علی گڑھ اور دہلی کی علاقائی زبان ہے اور دہلی کا مغربی حصہ تو خاص اس زبان کے لئے مخصوص ہے۔ پنجاب کے دورہ میں مجھے لاہور، امرت سر، لائل پور، لدھیانہ اور جگادھری جانا پڑا۔ ان شہروں میں سے موخرالذکر تین شہروں میں میری انگریزی تقریر کا اردو ترجمان کوئی نہ ملا اور جب میں اپنی ٹوٹی پھوٹی اردو میں ۲۰ منٹ تک کچھ کہتا رہا۔ ایک انگریزی داں صاحب میرے پاس آکر کہنے لگے کہ بہتر ہے کہ آپ انگریزی میں تقریر کیجئے تاکہ اس کا ترجمہ اردو میں ہوجائے لیکن حاضرین نے اس کو نہ مانا اور میری ٹوٹی پھوٹی اردو ہی کو پسند کیا۔

اب جبکہ آندھرا دیش وشال آندھرا ہوگیا ہے ہم لوگ ہندی میں سنسکرت الفاظ کو ٹھونسنا پسند نہ کریں گے جب ایک زبان دوسری زبان کی مدد سے ترقی کرے گی۔ اردو یہاں کی بھی زبان قابل قبول اور عوام پسند ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اردو الفاظ کو قبول نہ کریں۔ میں آل آندھرا اردو کانفرنس کے بانی مبانیوں کو مبارک باد دیتا ہوں اور اس کی کامیابی کا متمنی ہوں۔

مرہٹواڑہ اردو کانفرنس

آل انڈیا مرہٹواڑہ اردو کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے خبرنامہ کے بموجب کانفرنس کے سلسلے میں پربھنی سرگرمیوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ مرہٹواڑہ کے طول و عرض میں کانفرنس سے دلچسپی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ حیدرآباد ریاست کے علاقہ مرہٹواڑہ کے دوسانی صوبہ بمبئی میں شمولیت کے بعد اردو داں طبقہ کے حقوق و تحفظات کے بارے میں غور کرنے کے لئے منعقد ہونے والی اس کانفرنس کے دو روزہ اجلاس ۲۲ اور ۲۳ ستمبر کو پربھنی میں منعقد ہو رہے ہیں۔

مسٹر شیام راؤ ممبر اسمبلی اور سید محمد اکبر وکیل کانفرنس کے داعی ہیں۔

کمیونسٹ پارٹی اور اردو

ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کی

کی صوبائی شاخ کی طرف سے ڈاکٹر زیڈ احمد نے اخبارات کو بیان بھیجا ہے کہ :

اردو کو دستور ہند میں ہندستانی زبانوں کی صف میں تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اردو زبان ہمارے عوام کی مشترکہ تہذیبی سرگرمیوں کا ایک پھل ہے جس کی ترقی میں ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں اور دوسرے لوگوں نے برابر کا حصہ لیا ہے۔ اردو کی بقا و ترقی اور اس کے بیش قیمت ادبی سرمائے کی حفاظت کرنا ہر ہندستانی محب وطن پر فرض ہے۔

انھوں نے وزیر اعلیٰ سمپورنانند کے حالیہ بیان کا تذکرہ کرتے ہوئے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ ایوان اسمبلی میں وزیراعلیٰ سمپورنانند نے اردو کو ہماری پبلک زندگی میں اس کی جائز جگہ نہ دیے جانے کا اعلان کر کے بہت ہی واضح طور پر ہماری ریاست کو نقصان پہنچایا ہے۔

ڈاکٹر احمد نے کمیونسٹ پارٹی کی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ہماری پارٹی ہندی کو ریاستی زبان ماننے کے باوجود ہمیشہ اردو زبان کی حفاظت اور دفاع پر کربستہ رہی ہے۔

آخر میں انھوں نے کہا کہ اگر تمام انجمنیں ایک متحدہ قدم اٹھائیں اور اس مسئلے پر باہمی اشتراک سے ایک تحریک چلا کر اردو کی حفاظت کے لئے جدوجہد کریں تو بہت ہی بہتر ہوگا۔

ملک کی دولت

سوشلسٹ پارٹی کے صدر ڈاکٹر لوہیا اپنے ایک دوست کے خط میں لکھتے ہیں :۔

" اردو ہندستان کی زبان ہے۔ اور اس کا وہی رتبہ چاہئے جو ہندستان کی کسی دوسری زبان کا۔ یوں تو اس کا رتبہ اور بھی زیادہ ہے۔ اس کی جگہ وہی ہے جو ہندی کی ہے۔"

وہ رہ کر مجھے دیوریا شہر کا صبح ہونے کا قصہ یاد آتا ہے جبکہ آدھی رات تک سبھائیں چلتی رہیں اور مچھروں کے مارے اس شہر میں مشکل سے دو تین گھنٹے سونے کا وقت ملا اور اٹھتے ہی غالب کے شعر سننے کو ملے۔ نہ جانے دل کی کس گہرائی سے اور گلے کی کس مٹھاس سے یہ شعر نکل رہے تھے۔ شعر اتنے سیدھے تھے کہ ہر آدمی اپنے تجربے کے مطابق سمجھ سکے۔

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

اس کی گونج کو کون اور کب ختم کر سکتا ہے۔ اتنی سادگی اور اتنی گہرائی، اتنا میٹھا درد! جب اردو زبان میں ایسے مصرعے ہیں اسے نقصان پہنچانے کی بات تو وہی بیہودہ سمجھ سکتا ہے جو اپنی اور اپنے ملک کی دولت کم کرنا چاہے۔

لسانی اقلیتوں کو قانونی تحفظ

پنڈت پنت نے لوک سبھا میں کہا کہ لسانی اقلیتوں کو تحفظات دینے کے لئے حکومت ایک مسودہ قانون پیش کرے گی۔ اس کے علاوہ لسانی اقلیتوں کے لئے ایک خاص عہدہ دار کے تقرر کی تجویز بھی پیش نظر ہے۔ اس عہدہ دار کی رپورٹ پارلیمنٹ میں پیش ہوا کرے گی۔

پنڈت پنت نے کہا کہ جس علاقے میں اقلیتی زبان بولنے والے اشخاص کی تعداد زیادہ ہو وہاں اس زبان کو سرکاری اغراض کے لئے استعمال بھی کیا جائے گا۔ انھوں نے توقع ظاہر کی کہ لسانی اقلیتیں اس سے مطمئن ہو جائیں گی۔

وزیر داخلہ کی تقریر کے بعد ایوان نے مسودہ قانون پر غور کرنے کی تحریک کو قبول کر لیا۔ ریاستی تنظیم جدید کمیشن نے لسانی اقلیتوں کو جو تحفظات دینے کی سفارش کی تھی اس کی تکمیل دستور میں اس ترمیم کے ذریعے کی جا رہی ہے۔ خصوصی عہدہ دار کا تقرر صدر جمہوریہ ہند کریں گے۔ وزیر داخلہ نے ایوان کو یقین دلایا کہ ان تحفظات کو روبہ عمل لایا جائے گا۔ کیونکہ یہ پالیسی کا سوال ہے۔ پالیسی کو روبہ عمل لانا ضروری ہے۔

یوپی حکومت کا اقدام

یوپی ریاستی حکومت کے ایک پریس نوٹ میں بتایا گیا ہے کہ وزیر تعلیم شری ہرگوند سنگھ نے ستمبر کے پہلے ہفتے میں لکھنؤ، کانپور، وارانسی، ونبارکم، الہ آباد، اور آگرہ میونسپل اڈمنسٹروں کی ایک کانفرنس طلب کی ہے جس میں میونسپل بورڈوں میں اردو میں تعلیم دینے کی موجودہ سہولتوں پر نظر ثانی کی جائے گی۔

وزیر تعلیم ضلع بورڈوں کے صدروں کو لکھیں گے کہ وہ حکومت کی توجہ کے لئے موجودہ حالات کا جائزہ تیار کریں۔

پریس نوٹ میں کہا گیا ہے کہ ریاستی حکومت کو سرکاری حکم کی تعمیل نہ کئے جانے کی متعدد شکایتیں ملی ہیں۔ وزیر تعلیم نے ان کوتاہیوں پر ناراضی کا اظہار کیا ہے اور خواہش کی ہے کہ سرکاری حکم نامے کے مطابق جہاں جہاں ممکن ہو اردو میں تعلیم دینے کی سہولتیں فراہم کی جائیں۔

اردو مارچ

یوپی کونسل کے سامنے ۲۰۔ اگست کو بائیں بازو کی تقریباً تمام سیاسی جماعتوں نے ایک مظاہرہ کیا۔ جلوس کا اہتمام موتمر اردو کانپور کی طرف سے کیا گیا تھا۔ کونسل ہال کے سامنے پہنچ کر جلوس نے یہ نعرے لگائے۔

"اردو زندہ باد"، پریم چند کی زبان اردو ہے "آنجہانی" ملا کی زبان اردو ہے " اردو ہندو مسلم کی مشترک زبان ہے"

جلوس نے "وزیر اعلیٰ باہر آؤ" کے نعرے بھی لگائے

ایوان میں جلوس کی طرف ایک ممبر نے توجہ دلائی لیکن وزیر اعلیٰ باہر نہیں نکلے۔ اور اسپیکر نے تحریک التوا یہ کہہ کر رد کر دی کہ علاقائی زبان بنانے کا اختیار صرف صدر جمہوریہ کو ہے۔

اور اس مسئلہ پر حکومت یوپی نے اپنا خیال ظاہر کر دیا ہے آخر میں جلوس نے جلسے کی شکل اختیار کر لی اور کچھ بڑے لیڈروں کی تقریروں کے بعد برخاست ہوا۔

سوشلسٹ لیڈر شری راج نرائن سنگھ نے کہا میں اور میری پارٹی ہر قسم کی سامراج شاہی کی دشمن ہے۔ ہندی کی سامراج شاہی قائم کرنے والوں کا بھی پردہ فاش کرنا ضروری ہے راج نرائن جی نے کہا۔ یہ کانگریس ہے جو الیکشن کے موقعے پر اردو کی حمایت کرتی ہے اور بعد کو مکر جاتی ہے۔

پالیوال جی سابق وزیر یوپی صدر جلسہ نے فرمایا۔ اردو کا سوال نہ سیاسی سوال ہے نہ ہندو مسلم سوال ہے اور نہ مذہبی سوال ہے بلکہ علمی سوال ہے اور اردو کو دبانے والے ہندی کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔

اردو کو علاقائی زبان بنانے کے مسئلے میں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ اب کوئی طاقت اس مطالبے کو روک نہیں سکتی سال ڈیڑھ سال میں اردو یوپی کی علاقائی زبان بن کے رہے گی۔

کمیونسٹ لیڈر شری جھارکھنڈے رائے نے کہا سمپورنانند جی کو چاہے کرسی چھوڑنا پڑے لیکن سرکار کو اس مطالبے کے آگے جھکنا پڑے گا۔ اور لوگوں نے بھی تقریریں کیں۔

تین لازمی زبانیں

مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیم مرکزی کی صدارت میں ہندوستانی ریاستوں کے تمام تعلیمی وزیروں کی ایک کانفرنس دلی میں ہوئی جسے پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی خطاب کیا

اس کانفرنس نے طے کیا ہے کہ ثانوی تعلیم تک مادری، ہندی اور انگریزی تین زبانیں لازمی رہیں گی جن کی مادری زبان ہندی ہوگی انھیں کوئی ایک اور زبان سیکھنی ہوگی

مراسلات

آپ کی رائے

از جناب منظور احمد صاحب ہیڈ ماسٹر حیدر آباد:۔

مجھے آپ کے ادارے کا انداز اور ہماری زبان کی روش پسند ہے۔ اردو کو مخالفوں میں بھی مقبول کرانے کی صورتیں اختیار کرنا چاہئے۔ تعریضی اور مخاصمانہ انداز کسی طرح مناسب نہیں ہے اس سے اپنے بھی غیر ہو جاتے ہیں۔

جو اردو کتابیں ملک میں شائع ہوتی ہیں ان کے تجارت اور فروخت کا انتظام بھی انجمن کرے تو اچھا ہے۔

از حافظ عبدالقیوم صاحب ناگور

ہماری زبان کو ہفتہ وار بنانے کا سن کر بہت خوشی ہوئی۔ اس میں سوائے انجمن کی خبروں کے کچھ عوام کی دلچسپی کی چیزیں بھی ہونی چاہئیں۔ لکھائی چھپائی بھی انجمن کی شان کے مطابق ہو۔

از جناب ادیب صاحب کڑپاوی (آندھرا)

آج کل ہماری زبان کا رنگ مضامین جو بدل رہا ہے وہ ہر طرح ترقی پذیر اور لائق داد ہے خدا چشم بد دور نہ کیوں کر کہوں ماشاء اللہ۔

از جناب شہاب الدین دسنوی صاحب بمبئی:۔

"ہماری زبان" کی تازہ اشاعت میں آپ کا اداریہ پڑھا۔ آپ نے جس سنجیدگی کے ساتھ زبان کے مسئلے پر لکھا ہے اس سے مسرت ہوئی۔ اکثر و بیشتر جذبات کی رو میں بہہ کر ہم اپنا معاملہ خود ہی بگاڑ لیتے ہیں اور الزام دوسروں پر لگاتے ہیں۔

"ہماری زبان" کی ایک اشاعت میں آپ نے اردو داں طبقے کو کئی باتوں کی طرف متوجہ کیا تھا ان ہی میں ایک بات یہ بھی تھی کہ اردو لٹریچر کو بجنسہ برقرار رکھ کر دیوناگری رسم الخط میں شائع کیا جائے۔ اس سلسلے میں کچھ ہندی پبلشرز نے کچھ کام بھی کیا ہے لیکن خالص تجارتی نقطۂ نظر سے۔ اب آپ کو سن کر خوشی ہوگی کہ انجمن اسلام بمبئی نے اپنا ایک شعبہ "ادبی پبلشرز" کے نام سے اس مقصد کے لئے کھولا ہے اور اس کی دو کتابیں "مثنوی عالم خیال" اور "مثنوی زہر عشق" پریس میں جا چکی ہیں۔

از ملا لطف الرحمٰن صاحب، بنگال

پارلیمنٹ میں اردو شعر والی خبر اچھی ہے، ایسی باتیں ضرور شائع کیا کیجئے۔

معاصرین

ریاست حیدرآباد دکن کے اداریے کا ایک ٹکڑا:-

یوپی میں اردو کو اس کا جائز مقام دلانے کی دو قسم کی تحریک جاری ہے ایک تو انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام پرامن اور دستوری جدوجہد ہے۔ انجمن کے ایک وفد نے حال میں وزیر اعظم سے ملاقات کرتے ہوئے اپنے مطالبات بھی پیش کئے ہیں۔ دوسری جدوجہد انتہا پسندوں کی جانب سے منظم ہو رہی ہے جس میں سیتہ گرہ وغیرہ کی دھمکیاں بھی شامل ہیں۔ یہ دوسری قسم کی جدوجہد اس صوبہ کی سیاسی زندگی کے لئے سخت خطرہ ہے۔ اس سے اگر ایک طرف اردو کو نقصان پہنچے گا تو دوسری طرف عوام اور کانگریسی حکومت میں دوری بھی پیدا ہوگی۔

بیباک سہارنپور کے اداریے سے اقتباس:-

ہم ہزار چاہیں کہ سیاسی مسائل کو مذہبی سوالات فرقہ وارانہ جذبات اور اسی قسم کے دوسرے خیالات سے بچائیں لیکن جب ووٹ حاصل کرنے کے آسان ترین ذرائع یہی ہوں تو کیا کیا جائے؟ حالات کی مجبوریاں کیا کچھ نہیں کرا دیتیں اور کیسے کیسے اصول ضرورتوں کی نذر نہیں ہو جاتے۔

آپ جانتے ہیں کہ اردو کے لئے نو سال سے صف ماتم بچھی ہوئی ہے۔ اردو کا مسئلہ خالص لسانی اور تہذیبی مسئلہ ہے لیکن اس کی تباہی بھی سیاسی مصلحتوں ہی کی رہین منت ہے۔ اور کچھ خصوصی ذہنیتیں اپنے سیاسی اقتدار کے ذریعے اسے برباد کرنے میں مصروف ہیں۔ ہم اس کے مؤید ہیں کہ اردو کی مظلومیت کو انتخابی اور سیاسی مقاصد کے لئے استعمال نہ کرنا چاہئے۔ وہ لوگ جو صرف سیاسی میدان کے شہسوار ہیں۔ جب اردو کی حمایت و ہمدردی کے جوہر دکھائیں گے تو اردو کے مقتدر دشمنوں کا جذبۂ انتقام اسی غریب پر برسے گا اور چونکہ ان کے ہاتھ میں طاقت ہے اور اردو دشمنی کا ایک مقدس اور "ایمان دارانہ" جوش ان کے سینوں میں موجزن ہے۔ اس لئے اردو کے سیاسی "اوزنتے" ہمدرد اس بیکس و مظلوم کو سیاسی میدان میں لاکر خود تو کامیاب یا ناکام لوٹ جائیں گے اور یہ غریب ارباب اقتدار کی جفائیں سہنے کے لئے تنہا کھڑی رہ جائے گی۔

"مدینہ" کے اداریے سے:-

اس وقت ہمدردان اردو بہت بے چین ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ بے چین ہونے کے بجائے انہیں مطمئن ہونا چاہیے تھا اس بے چینی کو دور کرنے کے لئے انجمن ترقی اردو نے جو پروگرام پیش کیا اس کے نتائج چونکہ دیر میں ظاہر ہونے والے تھے اس لئے اس پروگرام میں ان کے لئے زیادہ کشش نہ ہوئی اس لئے کسی جوشیلے پروگرام کا مطالبہ اکثر زبانوں پر آیا۔ اب کہ ایک جماعت جوشیلے نعرے لیکر اٹھنا چاہتی ہے۔ اور ملک میں بھی ہر طرف فضا میں نعرے گونج رہے ہیں اس لئے وقتی طور پر تھوڑی بہت ضرور کامیابی ہوگی۔ لیکن چونکہ ملک کا مزاج انجام کار جمہوری ہوتا ہے اور جمہوریت کے اصولوں کو عام زندگی کے ہر شعبہ میں کار فرما ہونا ہے۔ اس لئے نعروں کی سیاست چند دن کا کھیل ہے۔ بقا اسی پالیسی کو ہوگی جو تعمیری ہو۔ کوئی بھی جماعت کتنے ہی جوشیلے نعرے لگاتی ہوئی سامنے آجائے گروہ کامیاب نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ اس کے پروگرام میں بھی جان نہ ہو۔ اس وقت حالات کی رو سے کچھ افراد ضرور فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن دو بیلا شبہ اس مقصد میں نقصان پہنچائیں گے جس کا ذکر ان کے لبوں تک آچکا ہے۔

خطبۂ صدارت

کل آندھرا اُردو مجلس

ڈاکٹر وی. کے سیتہ وادی ممبر پارلیمنٹ

گزشتہ سے پیوستہ

سرسید کے الفاظ میں :-

"بعض فارسی لفظوں اور اکثر بھاشا کے لفظوں
میں بہ سبب کثرت استعمال کے تغیر و تبدل ہوگئی
غرض کہ لشکر شاہی اور اردوئے معلیٰ (لال قلعہ)
میں ان دونوں زبانوں کی ترکیب سے نئی زبان
پیدا ہوگئی ۔"

میرے عرض کرنے کا منشا آپ ایسے شعرا اور ادبا کے سامنے کوئی تاریخی انکشاف کرنا نہیں بلکہ اس واقعہ کی جانب اشارہ کرنا ہے کہ ابتدائی دور میں اردو ہندی کا ایک اختلاف رسم الخط کا تھا۔ اور کوئی بنیادی امتیاز نہ تھا ۱۸۰۰ء میں جب سید عطا حسن تحسین نے چہار درویش کا ترجمہ "نوطرز مرصع" کے نام سے کیا تو اس میں انھوں نے اپنی زبان کے لئے ریختہ ہندی اور زبان اردو ئے معلیٰ ان تینوں ناموں کا استعمال کیا ہے۔

لیکن اصلیت کیا تھی۔ یہی کہ ایک نئی قومیت کے ساتھ ایک نئی زبان حالات کے تقاضوں نے پیدا کردی تھی اس دور کے ہندو مسلمان مل کر اس پودے کو سیراب کر رہے تھے۔ عربی اور فارسی الفاظ کو ہندی جامہ پہنایا جا رہا تھا اور سنسکرت الفاظ کو عربی فارسی ترکیب کے ساتھ استعمال کیا جا رہا ہے۔ غرض اس سمندر میں عربی فارسی سنسکرت وغیرہ کے دریا آکر گر رہے تھے۔ اور یہ تمیز اٹھ رہی تھی کہ پانی کس دریا سے آیا ہے۔ سبھی اس سمندر کے پانی سے اپنی پیاس بجھا رہے تھے۔

اردو کی ترکیب میں الفاظ کا تناسب فرہنگ آصفیہ کے آخر میں دئے ہوئے جدول میں اس طرح بتایا گیا ہے۔

تمام الفاظ مندرجہ فرہنگ آصفیہ	۵۴۰۰۹
اس میں ہندی جس کے ساتھ پنجابی اور پوربی زبان کے بعض خاص الفاظ بھی شامل ہیں	۲۱۶۴۴
اردو، یعنی وہ الفاظ جو غیر زبانوں سے ہندی کے ساتھ ملا کر بنائے گئے ہیں	۱۷۵۰۵
عربی	۷۵۸۴
فارسی	۶۰۴۱
انگریزی	۵۰۰
سنسکرت	۵۵۴
"مختلف"	۱۸۱

ان "مختلف الفاظ" میں ترکی ۱۰۵، عبرانی اور سریانی ۸، یونانی اور پرتگالی ۵۴، لاطینی ۴، فرانسیسی ۳، پالی کے ۳، برمی ۲، ملاباری اور اسپینی کا ایک ایک لفظ شامل ہے۔

سید احمد دہلوی مصنف "فرہنگ آصفیہ" کی اس شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو میں غلبہ ہندی کا ہے۔ اور دوسری بڑی تعداد ان الفاظ کی ہے جنھیں ہم نے دیگر زبانوں سے شامل کرکے "ہندیا" لیا ہے۔

فارسی اور سنسکرت کے الفاظ کو ملاکر ایک مشترک عوامی زبان بنانے کی جو کوشش جاری ہوئی۔ ان کی مثال امیر خسرو کے کلام سے پیش کی جاسکتی ہے۔ ان کا یہ شعر سنئے۔

زحال مسکیں مکن تغافل دورائے نیناں بنائے بتیاں
کتاب ہجراں نہ دارم اے جاں نہ لے ہو کاہے لگائے چھتیاں

شکر گنج کا شعر ہے

نفس مبادا کہ گوید تُرا خسپ چہ خیزی کہ ابھی رات ہے

یہ مسلمان شاعروں کا نمونہ ہے۔ سنسکرت کے ہندو کوی رام کشن نے سنسکرت نظم میں فارسی الفاظ کا استعمال کس خوبی سے کیا ہے اس کا نمونہ ملاحظہ کیجئے۔

निबोध हंसी - मधुर प्रचारै
वहा बनफश शरबत पिलावे

بو دہ ہنسی مدھر پرچارے
وہاں بنفشہ شربت پلاوے

دوسری جگہ کہا ہے۔

इदवें साथ परीद दीद हिमगु
जम्पीद नचहा ननये

[illegible]

प्रत्वेन हि कलाइन हिज़पीने
नरकीद छाधुनकटी
पश्चौ तारकिते कुनीद गाने
रफ्तारै : सुधा विदधै।

اردو اشعار میں ہندی الفاظ کو فارسی ترکیب کے ساتھ

استعمال کرنے کی ایک دو مثالیں دیکر میں آگے چلتا ہوں۔ ولی لکھتے ہیں ؎

سایہ ہو سرو سبز برنگ پر طوطی
گر خواب میں وہ خط شیریں بچن آئے

ایک مصرع سنئے۔ ؏

عشاق کے گر ہاتھ وہ خاک چرن آئے

سودا کا شعر ہے ؎

مجھے خون جگر تھا اشک تھا ہے لخت دل یارو
کسو نے بھی کہیں دیکھا ہے یہ بستار رونے کا

معقول کے ساتھ شمول کو قافیہ کیا ہے ؎

بلبل نالاں درد عشق کچھ معقول ہے
سانس لے سکتے نہیں ہیں کہ برہ کی شمول ہے

غرض ایک تحریک تھی جو ہندو مسلمان شعراء شانہ بشانہ چلا رہے ہیں۔ گویا ہندو اصطلاح میں ایک ادبی یگیہ ہو رہا تھا جس میں ہندو مسلمان ادیب پوری شردھا کے ساتھ اپنی اپنی زبانوں سے آہوتیاں ڈال کر ادب کی ایک نئی روشنی پیدا کر رہے تھے۔ مختلف زبانیں اس یگیہ کنڈ میں سواہا ہو رہی تھیں اور اس خاکستر سے ایک چنگاری نکل کر دیش کے کونے کونے کو روشن کر رہی تھی۔ اور ہندو مسلمان مل کر اس نئی چنگاری کی پوجا کر رہے تھے۔

اس یگیہ شالا کے آسنوں پر مسلمان شعراء بھی دکھائی دیتے ہیں اور برج نارائن چکبست۔ برج موہن کیفی۔ رتن ناتھ سرشار۔ جوالا پرشاد برق۔ تربھون ناتھ ہجر۔ سرکشن پرشاد شاد۔ دیا شنکر نسیم۔ تیج بہادر سپرو۔ درگا سہائے سرور۔ جانکی ناتھ مدن۔ شیو برت لال برمن اور منشی پریم چند جیسے ہندو شاعر اور ادیب بھی براجمان ہیں۔

مگر معلوم ہوتا ہے کہ پیر فلک کو محبت کی بڑھتی ہوئی یہ پینگیں پسند نہ آئیں۔ اور اردو کے نونہال کو کسی کی نظر بد لگ گئی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ زمانہ گزرا کہ ہوا کا رخ بدل گیا طبیعتوں کا میل ملاپ کمزور ہو کر باہم شبہات اور کشمکش جاری ہو گئی۔ اس کی ابتداء اردو میں فصاحت اور بلاغت کا رنگ لانے کے رجحان سے ہوئی۔

دہلی کی بربادی کے بعد جب اردو نے لکھنو کے نوابوں اور نواب زادوں کے محلوں اور محفلوں میں پناہ لی۔ تو دلی اسکول اور لکھنو اسکول کا جھگڑا شروع ہوا۔ دلی کی دکنی زبان پر متروکات کی بحث نے اس جھگڑے کی بنا رکھی تھی۔ لکھنو والوں نے دلی کو مات دینے کے لئے زبان کی تطہیر کا آغاز کیا۔ اور آہستہ آہستہ وہ کوشش جو فارسی الفاظ کو ہندی روپ دینے کے لئے شروع ہوئی تھی اس نے رخ بدلا اور بلیغ اردو وہ قرار دی گئی جو فارسی کا غالب رنگ لئے ہو۔ ہندی کے الفاظ قبیح قرار دئے گئے۔ ابتدائی دور کو اردو کا زمانہ جاہلیت قرار دیا گیا پھر رفتہ رفتہ اس نئی زبان کی اشاعت، اور ترقی میں "مسلمانوں کا حصہ اور ہندوؤں کا حصہ" کے عنوانات سے ایک نئی بحث چھڑ گئی۔ جوشیلے مسلمانوں نے نہ صرف اردو کو اپنا ورثہ بلکہ مذہبی زبان قرار دیکر ہندو عنصر کو جواب دے دیا۔ ادھر ہندوؤں میں مغلیہ اقتدار کے خاتمے کے ساتھ ایک عنصر وشدھتا وادیوں کا پیدا ہوا جس نے ہندی کو اردو سے الگ ایک مستقل زبان قرار دے کر اس کے اوپر ٹھیٹھ سنسکرت کا چولا ڈالنے کی کوشش کر دی۔ یہ لوگ تو یہاں تک بڑھے کہ دیا سلائی جو اپنی جگہ ہندی ہی ہے سے بھی دھوپ شلاکا اور لالٹین کو ہست کا پنج دیپکا بنائے بغیر مطمئن ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور بیچارے محکموں خود اپنی ناک کاٹنے پر تلے ہوئے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ مغلیہ دور کے آخری حصے میں جب انگریزی سیاست ہماری تہذیب کی عمارت گرنے کی تدبیریں کر رہی تھی۔ انھوں نے نفاق پیدا کرنے والی اس تحریک کو بھی مدد دی۔ اردو اور ہندی کو مسلمانوں اور ہندوؤں کی الگ الگ زبانیں قرار دینا بھی انگریزی سیاست کا ہی کام تھا۔ ابتداء میں مغربی اہل قلم نے اردو ہندی کی جگہ ہماری زبان کو ہندستانی کا نام دیا۔ جسے ہندو مسلمان بولتے ہیں۔ لیکن آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پر انھوں نے ایک زہر اس میں ملانا شروع کر دیا چنانچہ ایک فرانسیسی مصنف گارسین ڈی تاسی نے اپنی کتاب ہندستانی لٹریچر کی تاریخ میں جو ۱۸۳۹ء میں شائع ہوئی، ہندستانی زبان کے متعلق یہ فقرہ لکھا ہے۔

"مگر یہ زبان اپنی حقیقی حدود سے باہر بھی بولی جاتی ہے۔ خصوصاً مسلمان اور سپاہی اس کو تمام جزیرہ نمائے ہندستان، نیز ایران، تبت اور آسام میں بھی بولتے ہیں۔"

(باقی آئندہ)

ڈاکٹر راج بہادر گوڑ کا خطبۂ افتتاحیہ

گزشتہ سے پیوستہ

نظیر کی شاعری کا دیکھیے۔ اس شاعر نے کس کے لئے پر لکھا ہے اور کس کے لئے شیرازے نہیں آتے۔ اس نے اسکندر کی سکڑوں کی تعریف میں لکھا ہے اس نے کرشن کنھیا پر، ہولی پر اور ہندستانی تہواروں پر نظمیں لکھی ہیں اور ان کی زبان بھی نہایت شستہ اور سادہ ہے۔ اردو ادب اور اردو شاعری کی ان روایات کی طرف سے ایک دم آنکھیں پھیر لینا اور اس زبان کے مزاج کے غیر ملکی ہونے کا فتویٰ صادر کر دینا نہ صرف ادبی بددیانتی بلکہ سیاسی بے ایمانی بھی ہے۔

آج بھی فراق گورکھپوری کی رباعیوں کا مجموعہ روپ دیکھئے ہندو دیو مالا کے عنوانوں اور مذہبی شخصیات اور موضوعات پر کس خوبی سے قلم اٹھایا ہے اور کتنی خوبصورتی سے انھیں اردو بولنے والوں کی میراث بنا دیا ہے۔

تلگو اور اردو کا رشتہ :۔ یہاں تلگو علاقوں میں اردو اور تلگو برسوں سے ایک ساتھ رہتے آئے ہیں اردو بولنے والوں اور تلگو بولنے والوں کے خوشگوار برادرانہ تعلقات رہے ہیں۔ صرف آصف جاہی دور کا ایک مختصر زمانہ اور ایک محدود علاقہ ایسا رہا ہے۔ جہاں اردو کو ناجائز برتری اور تلگو کو غیر منصفانہ کمتری کا درجہ دے دیا گیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے اس علاقہ کے باہر تلگو اور خوشگوار ماحول میں رہتے آئے ہیں۔

قطب شاہی بادشاہوں کے دربار میں تلگو کو بھی امتیازی مقام حاصل تھا اور تلگو کے ادیب و شاعر فیض حاصل کرتے تھے چنانچہ آج بھی تلگو ادب میں ابراہیم قلی قطب شاہ کو عزت و محبت سے ابھی رامودو کہا جاتا ہے۔ اور اسی بھائی چارہ کا نتیجہ ہے کہ آج بھی تلگو میں کئی اردو الفاظ اور اردو میں کئی تلگو الفاظ شامل ہو کر جزو زبان بن گئے ہیں۔

یہ سب بھائی چارہ اور ایک دوسرے سے فیض حاصل کرنے کی نیک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ یہ کسی غالب و مغلوب برتر و کمتر حاکم و محکوم کے معاندانہ تعلقات کا ناجائز ورثہ نہیں ہے

اردو کی جڑیں گہری اور اس کا میدان وسیع ہے :۔

غرض اردو نہ صرف وہ زبان ہے جس نے ہندستان میں جنم لیا ہے اور یہیں پروان چڑھی ہے بلکہ یہ وہ زبان ہے جس کے ہندستان کی دوسری ہمشیر زبانوں کے ساتھ گہرے قدیم اور باہمی فیض رساں تعلقات رہے ہیں۔ نہ صرف اس کی جڑیں گہری ہیں بلکہ اس کا میدان بھی وسیع ہے۔

اسی لئے اردو زبان کی حفاظت اور ترقی ہندستانی تہذیب ترقی کے وطن دوست جذبے کا لازمی اور قدرتی تقاضا ہے۔ اس کے علاوہ اردو زبان کا ایک اور مقام ہے جس کی طرف میں خاص طور پر آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں اور جسے میں خاص اہمیت دیتا ہوں۔

ہندوپاک کے درمیان تہذیبی تعلقات کی اہم کڑی

آج ہندستان اور پاکستان کے عوام کے درمیان تہذیبی تعلقات کو وسعت دینے اور اس تناؤ کو کم کرنے کے ایک مقدس فرض کو انجام دینے کے لئے جہاں پنجابی اور بنگالی لوک گیت نظمیں اور تہذیبی کارنامے ہمارے معاون و مددگار ہیں وہیں اردو زبان اور اردو کی ادبی تہذیبی تخلیقات سے بھی ہم خاص طور پر استفادہ کر سکتے ہیں۔

سیاسی تقسیم بھلے ہی ہوگئی ہو لیکن تہذیبی تقسیم نہیں ہوسکی ہے آج بھی پنجابی نظمیں دونوں پنجابوں کے رہنے والوں کو اور بنگالی نظمیں دونوں بنگال کے بسنے والوں کو ایک دوسرے سے ملاتی ہیں۔ پنجابی لوک گیت چاہے جالندھر ریڈیو سے نشر ہو کہ لاہور ریڈیو سے سبھی پنجابی بولنے والوں کا مشترک خزانہ ہے بنگالی ادبی تخلیق چاہے کلکتہ ریڈیو سے پیش ہو کہ ڈھاکہ ریڈیو سے سارے بنگالیوں کی میراث ہے۔ پنجاب کی قطع و برید ہوئی تو ہو لیکن وارث شاہ کے دست و بازو سلامت ہیں۔ بنگال منقسم ہوا ہو تو ہو لیکن ٹیگور اور نذر الاسلام کو بانٹا نہیں جا سکا۔ یہی حال اردو زبان کی تخلیقات کا ہے آج لاہور اور کراچی سے جو کوئی اردو رسالہ نکلے گا وہ کرشن چندر عصمت چغتائی، راجندر سنگھ بیدی، اوپندر ناتھ اشک، سردار جعفری اور فراق گورکھپوری کے بغیر غیر مکمل اور ناقابل قبول ہوگا اسی طرح دہلی اور حیدرآباد سے جو بھی اردو رسالہ نکلے گا وہ احمد ندیم قاسمی اور فیض احمد فیض کے بغیر ادھورا اور نامکمل ہوگا غالب کو ہندستانی اور اقبال کو پاکستانی بنا کر ان کی تقسیم ناممکن ہے۔ پنڈت برج نرائن چکبست اور منشی پریم چند کو ہندو بتا کر پاکستان کے کٹر سے کٹر رجعت پسند بھی ان کا مقاطعہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

گلشن اردو کے یہ مہکتے ہوئے پھول اپنی خوشبو سے ہندستان اور پاکستان دونوں کو معطر کئے ہوئے ہیں۔

(باقی آئندہ)

انجمن کی کتابیں

شعرا کے انتخابی سلسلے کی ۸ کتابیں

(۱) مجاز قیمت ۱۲ آنے (۲) فیض قیمت ۱۲ آنے (۳) مجروح سلطان پوری قیمت ۱۲ آنے
(۴) اختر شیرانی " ۱۲ " (۵) سلیمانی " ۱۲ " (۶) احمد ندیم قاسمی " ۱۲ آنے
(۷) وحید قیمت ۱۲ آنے (۸) مخدوم قیمت ۱۲ آنے

حیات اجمل

اس کے مرتب قاضی محمد عبدالغفار صاحب ہیں۔ اس سوانح حیات کا بہت دنوں سے انتظار تھا اس میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کی سوانح عمری ہی نہیں بلکہ اس دور کی پوری سیاسی تحریکات کا خاکہ پیش کیا گیا ہے جس میں حکیم صاحب مرحوم کی عظمت و کردار کا پتہ چلتا ہے

قیمت

مجلد آٹھ روپے

۱۔ اردو ہندی ڈکشنری مرتبہ انجمن قیمت ۳۰/-	۱۳۔ کلیات اقبال ولی الرحمن قیمت ۱۲/-
۲۔ اسلام کے علاوہ مذاہب کی ترقی میں اردو کا حصہ ڈاکٹر محمد عزیز " ۵/۸	۱۴۔ اخلاقی سماجیات ڈاکٹر جعفر حسن " ۲/۸
۳۔ باپو کے قدموں میں ڈاکٹر راجندر پرشاد " ۱۵/-	۱۵۔ انواع فلسفہ مظفر حسین خاں " ۵/۸
۴۔ سیاسیات کا اصول ہارون خاں شروانی	۱۶۔ ایک مشرقی کتب خانہ سید نظام الدین قیمت " ۳/-
" " حصہ اول " ۲/-	۱۷۔ مذہب اور دھرم مہاتما گاندھی " ۲/-
" " حصہ دوم " ۲/-	۱۸۔ مشترکہ زبان " " ۲/۸
" " حصہ سوم " ۱/-	۱۹۔ پرچھائیں آصف علی " ۲/-
۵۔ مرقع افغان: لودھی خاندان کی تاریخ " ۲/۴	۲۰۔ حیات سرسید نورالرحمن " ۳/۸
۶۔ ہندی ادب کی تاریخ ڈاکٹر محمد حسن " ۵/۸	۲۱۔ حیات اجمل۔ قاضی عبدالغفار " ۸/-
۷۔ قومی تہذیب کا مسئلہ ڈاکٹر عابد حسین " ۲/-	۲۲۔ محاسن کلام غالب ڈاکٹر بجنوری " ۲/۴
۸۔ ہندستانی سماجیات۔ ڈاکٹر جعفر حسن " ۲/۸	۲۳۔ میر تقی میر۔ خواجہ احمد فاروقی " ۱۲/-
۹۔ ادبی قومی تذکرے حصہ اول کشن پرشاد کول " ۲/۸	۲۴۔ احوال غالب۔ مختارالدین آرزو " ۶/-
۱۰۔ " " " دوم " ۲/۴	۲۵۔ نقد غالب " " " ۴/-
۱۱۔ اسلامی فن تعمیر۔ سید صباح الدین " ۲/-	۲۶۔ وحید مسعود لکھنوی " ۳/-
۱۲۔ کچھ زندگی کی بابت۔ ابو سالم " ۲/۸	۲۷۔ ترقی پسند ادب۔ سردار جعفری " ۶/-
	نیا اڈیشن بعد ترمیم و اضافہ

حیات سرسید

مصنفہ نورالرحمن

سید مرحوم کے ان گنت احسانات ہماری قوم پر ہیں۔ وہ ہماری قوم کے سب سے بڑے آدمی تھے اور بڑے آدمیوں کے کارنامے قوم میں زندگی کے روح پیدا کرتے ہیں اس کتاب میں سید مرحوم کی عظیم الشان زندگی کا خاکہ پیش کیا گیا ہے تاکہ عام پڑھنے والے ان کے بڑے بڑے کاموں اور ان کی زندگی کے خاص پہلوؤں سے واقف ہو جائیں۔ قیمت ۳/۸

ہماری زیر طبع کتب

(۱) ذکر حافظ سید سجاد ظہیر
(۲) انتخاب کلام میر ڈاکٹر عبدالحق
(۳) اردو کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام۔ ڈاکٹر عبدالحق
(۴) یادگار حالی (نیا اڈیشن بعد ترمیم و اضافہ) صالحہ عابد حسین
(۵) ترقی پسند ادب (" " " ") سردار جعفری
(۶) امراؤ جان ادا اور دوسرے مضامین خورشید الاسلام

شعرا کے انتخابی سلسلے کی مندرجہ ذیل کتابیں

(۱) کیفی (۲) آزاد (۳) جذبی (۴) اختر انصاری (۵) شاد عارفی

● پبلشر آل احمد سرور ● پرنٹر۔ نیشنل پرنٹرس کمپنی علی گڑھ